"گستاخی" کس چیز کا نام ہے؟

تصنیف لطیف
شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملّت، مفسرِ اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحاج الحافظ
مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی
قدس سرہٗ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰه

گستاخی کس چیز کا نام ھے؟

از

فیضِ ملت ، آفتابِ اھلسنت ، امام المناظرین ، رئیس المصنفین

حضرت علامه الحافظ **مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی** علیه الرحمة القوی

نوٹ: اگر اس کتاب میں کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں تو برائے کرم مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر مطلع کریں تاکہ اُس غلطی کی تصحیح کرلی جائے۔(شکریہ)

admin@faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ﷺ

عوام بلکہ بہت بڑے سمجھدار لوگ سمجھتے ہیں کہ گستاخی شاید گالی دینے یا کسی کو کوئی عیب لگانے اوراس کی تحقیر و توہین(ذلیل وخوار، بے عزتی)کے الفاظ کا نام ہے۔ فقیر امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عربی رِسالہ ''تَنزِيهِ الاَنبِيَاءِ عَن تَسفِيهِ الاَغبِيَاءِ'' (انبیاء علیہ السلام کم عقلی سے پاک ہیں۔) [1] کی مدد سے یہ مختصر تحریر پیش کر رہا ہے کہ گستاخی کی ایک اور قسم بھی ہے وہ یہ کہ ملائکہ وانبیاء کرام بالخصوص رسول اکرم ﷺ کے لئے ایسے کلمات بولنا یا آپ ﷺ کی نسبتِ اقدس کو کسی حقیر و قبیح (ذلیل، خراب) شئے سے تشبیہ دینا بھی گستاخی ہے اور یہ عوام بلکہ بہت سے خود کو علماء کہلوانے والے کہہ گزرتے ہیں پھر انہیں اس پر آگاہ کیا جائے تو تاویلیں گھڑنے لگتے ہیں۔ مثلاً

- مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور ﷺ کے علم کو پاگلوں سے تشبیہ دی [2] اور مولوی اسماعیل دہلوی نے چوڑھے چمار (خاکروب، بھنگی) تک پہنچا دیا۔ [3]
- مولوی گنگوہی وانبیٹھوی نے نبی ﷺ کے علم کو شیطان، ملک الموت کے علم سے گھٹا دیا اور آپ ﷺ کی محفل میلاد کو کنہیّا کے جنم کے مشابہ لکھ دیا۔ [4](براہین قاطعہ)
- ابو الاعلیٰ مودودی اُن سے بازی لے گیا کہ کبھی حضور ﷺ کو چرواہا(مویشی چَرانے والا) لکھ دیا کہیں موسیٰ علیہ السلام کو ملنگ کہہ دیا۔ [5](کتاب پردہ)
- اور اس نے(مودودی) بھی بارہا(کئی مرتبہ) محفل میلاد کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دی اور یہاں تک کہہ دیا کہ اس دن کو دیوالی ودسہرا کی شکل دے دی گئی ہے اور عین میلاد کے دن لاہور میں شیطان کا علم(جھنڈا) بلند کیا گیا(معاذاللہ) [6](نوائے وقت لاہور)

ان عبارات کی وجہ سے اہلسنّت بریلوی، وہابیوں، دیوبندیوں اور مودودیوں سے متنفر ہیں۔ انہیں عبارات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فتوائے کفر صادر فرمایا جس پر علمائے عرب وعجم نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق وتوثیق فرمائی جس کی تفصیل ''حُسَّامُ الحَرَمین'' اور ''اَلصَّوارِمُ الهندیه''میں ہے۔

---

[1] یہ رِسالہ "الحاوی للفتاوی" صفحہ نمبر ۲۴۰، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ، میں موجود ہے۔

[2] (حفظ الایمان از اشرف علی تھانوی، ص8، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند)

[3] (تقویۃ الایمان از مولوی اسماعیل دہلوی، ص13، میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی)

[4] (براہین قاطعہ، ص51، مطبوعہ بلال ڈھور)

[5] (تفہیم القرآن، سورۃ الزخرف، آیت 53، حاشیہ 49 ،2/ 545، ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

[6] نوائے وقت کا یہ ایڈیشن توہمیں میسر نہ آسکا البتہ اس سے ملتی جلتی بات مودودی کی کتاب میں موجود ہے۔ حوالہ حاضر ہے۔ (تجدید واِحیائے دین، جاہلیتِ مُشرکانہ، ص20، اسلامک پبلی کیشنز پرائیوٹ لمیٹڈ، لاہو)

فقیر اس رسالہ میں امام جلال الدین علیہ الرحمۃ کے رسالہ کی تلخیص مع اعتراضات عوام کو خود فیصل بناتا ہے (یعنی اس رسالہ کو اعتراض کے ساتھ مختصر طور پر لکھتے ہوئے اس کا فیصلہ عوام پر چھوڑتا ہوں) کہ جو فتویٰ صدیوں پہلے امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرما گئے وہی آج امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ لکھ رہے ہیں بلکہ صاحبِ روحُ البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شعر لکھنے پر گستاخ لکھ دیا تفصیل آتی ہے۔

﴿بکریاں چرانا﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام زَنبیل (تھیلی جو کھجور کے پتوں سے بنی ہو) تیار کر کے زندگی بسر فرماتے اگرچہ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے لیکن بیت المال سے کچھ نہیں لیا کرتے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ اور موسیٰ و شعیب علیہم السلام نے بکریاں چَرائیں۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے نبوت کے اعلان سے پہلے بکریاں چَرانے کو اختیار فرمایا تھا۔

﴿حدیث شریف﴾

ہر نبی علیہ السلام نے بکریاں چَرائیں۔[7]

نکتہ : بکریاں چَرانے میں حِکمت یہ ہے کہ انسان کو بکریوں سے رافَت (مہربانی) ورحمت قلب نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ بکریاں تمام جانوروں سے ضعیف جانور ہیں۔ اسی لئے ان کی نگرانی قلب پر رافت ورحمت ہوتی ہے۔ جب خلقِ خدا سے واسطہ پڑے گا تو طبیعت کی تیزی اور ظلم وشدت کا مادہ پہلے سے لطف وکرم اور رافت ورحمت سے بدل چکا ہو گا اور اس کی فطرت حد اعتدال (درمیانی حد) میں رہے گی اور کسی پر ظلم وشدت اور ناجائز سختی نہ کر سکے گا۔ باوجود یہ کہ بکریاں چَرانا انبیاء علیہم السلام کا پیشہ ہے لیکن انہیں چرواہا کہنا گستاخی ہے۔

چنانچہ "روح البیان" میں ہے کہ اگر کوئی کسی دوسرے کو بکریوں کا چرواہا کہہ کر عار (شرم) دلائے تو وہ جواب میں کہے نبی کریم ﷺ بھی بکریاں چَراتے تھے۔ ایسے جواب دینے والے کو سزا دی جائے اس لئے کہ بکریاں چَرانا انبیاء علیہم السلام کے لئے کمال تھا لیکن دوسروں کے لئے تحقیر اور تحقیری امر میں تشبیہ دینا نبوت کی گستاخی ہے۔

﴿قاعدہ ردِّ وہابیہ﴾

ہر وہ اَمر (کام) جو نبوت کے لئے کمال لیکن دوسرے کے لئے موجبِ حقارت (ذلت کی وجہ) ہو تو وہ لفظ نبی علیہ السلام کے لئے استعمال کرنا حرام ہے۔ مثلاً کوئی کسی سے

کہے اے اُمّی (اَن پڑھ) وہ اسے جواب دے کہ کیا حضور ﷺ اُمّی (اَن پڑھ) نہیں تھے؟ ایسے شخص کو سزا دی جائے۔ (كَذَا فِي إِنْسَانُ الْعُيُون) (اسی طرح انسانُ العیون یعنی سیرتِ حلبیہ میں ہے)۔

---

[7] عربی متن اس طرح ہے: "ما بَعَثَ الله نبياً إلاَّ رَعَى الغَنَمَ"

(مُخْتَصَر صَحِيحُ الإِمَامِ البُخَارِي، كتاب الإجارة، باب في الإجارة، 83/2، الحديث: 1061، مكتَبة المَعارف للنَّشْر والتوزيع، الرياض، الطبعة: الأولى، 1422 هـ 2002م)

صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ سلطان سلیم اول از خاقان عثمانیہ کے مندرجہ ذیل اشعار مبنی بر ترکِ ادب ہیں۔

يك كدا بود سليمان بعصا وزنبيل   يافت ازلطف توآن حشمت ملك آرايى [8]

مصطفى بود يتيمى زعرب پست درت   دادش انعام توتاج شرف بالايى

یعنی اگر گدا اگر سلیمان علیہ السلام عصاوز نبیل سے تیرے لطف سے وہ حشمت ملک آراء پایا مصطفی ﷺ یتیم تھے عرب جیسے پست ملک میں پیدا ہوئے انہیں تو نے تاجِ شرف وبزرگی کا انعام بخشا۔

﴿درسِ عبرت﴾

سلطان سلیم مرحوم نے سلیمان علیہ السلام کو گدا گر اور حضور ﷺ کو یتیم کہا تو صاحب روح البیان نے اسے گستاخی لکھا باوجود یہ کہ یہ دونوں الفاظ ان حضرات علیہم السلام کی صفتِ واقعی تھی اور وہ بھی بار گاہِ حق کے لئے انہیں گدا گر و یتیم کہا لیکن سلطان مرحوم کو معاف نہ کیا گیا بلکہ ان کے یہ الفاظ گستاخی میں شامل کئے گئے۔ بادشاہ کی نیت گستاخی کی نہ تھی اور نہ خلافِ واقعہ (حقیقت کے خلاف) کہا لیکن گستاخوں میں شمار ہوئے۔ جو لوگ اس سے بڑھ کر عمداً (جان بوجھ کر) گستاخیوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کا کیا حال ہونا چاہیے؟ وہی ان کا حال ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حسام الحرمین میں بیان فرمایا: "فَافهَم وَتُدَبِر وَلَاتَكُن مِّنَ الوَهَابِيِّين" [9]

اسی قاعدے پر ہمارے (یعنی اہلسنت وجماعت کا) نجدیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں کے جھگڑے کی بنیاد ہے۔ ان کی کتابوں میں نبوت کی گستاخی جی بھر کر کی گئی ہے مثلاً نبی علیہ السلام کو چوڑھے چمار سے تشبیہ دینا، نماز میں ان کے تصور کو گدھے اور اپنی بی بی کے جماع سے بدتر اور ان کے علم مبارک کو پاگلوں حیوانوں سے تشبیہ دینا، شیطان اور ملک الموت کے علم کو حضور ﷺ کے علم سے زائد بتانا اور ان کے میلاد کی مجلس کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دینا اور عام بشریت کے مساوی (برابر) ماننا اور انہیں چرواہا، اَن پڑھ کہنا ایسی دیگر اَن گِنت (بے شمار) عبارات ہیں۔ فقیر نے تفصیل سے "اَلتَحقِيقُ الكَامِلِ فِى اِمتِيَازِ الحَقِّ وَ البَاطِلِ" (مکمل تحقیق حق اور باطل کے فرق میں) میں لکھ دیا ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے صرف اسی قاعدے پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "تَنزِيهُ الاَنبِيَاءِ عَن تَسفِيهِ الاَغبِيَاءِ" (انبیاء علیہ السلام کم عقلی سے پاک ہیں۔) اس کا آغاز ہے۔

---

[8] (تفسير روح البيان، الانبياء:510/23.5، دار الفكر بيروت)

[9] ترجمہ: سمجھو اور غور وفکر کرو اور وہابیوں میں سے مت بنو۔

اَمَّا بَعدُ حَمدَ اللّٰہِ غَافِرَ الزَّلَّاتِ وَمَقِیلَ العَثَرَاتِ وَالصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الَّذِی اُنزِلَ عَلَیہِ فِی کِتَابِہِ العَزِیزِ

" اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ "

وعلیٰ آلہٖ وَصَحبِہٖ النُّجُومِ النَّیِّرَاتِ

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس رسالہ کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ دو شخصوں کا جھگڑا ہوا اور آپس میں خوب گالی گلوچ بکیں۔ بالآخر ایک نے دوسرے کے نسب پر حملہ کیا تو دوسرے نے کہا اے چرواہے کے بچے۔ اس کے باپ نے کہا کیا یہ نسبت صرف میری ہے؟ کیا حضرات انبیاء علیہم السلام چرواہے نہیں تھے بلکہ کوئی بھی نبی علیہ السلام ایسا نہیں ہوگا جس نے بکریاں نہ چَرائی ہوں۔

یہ واقعہ مسجد طولونی کے قریب بازار غزل میں عوام کے مجمع میں ہوا ان کا مقدمہ حکامِ وقت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب قاضی القضاۃ مالکی کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے فرمایا کہ " لَودَفَعَ اِلَی الضَّربَۃِ بِالسِّیَاطِ " یعنی اگر یہ مقدمہ میرے ہاں پیش ہوتا تو قائل کو دُرے لگواتا۔

مجھ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ ایسے شخص کو سزا دی جائے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس لائق نہیں کہ کسی ایک عام آدمی سے ان کی مثال دی جائے۔ میرے مرتب فتویٰ کو دیکھ کر ایک شخص بول اُٹھا کہ علامہ (سیوطی) کا یہ فتویٰ غلط ہے کیونکہ ایسے شخص کو نہ تعزیر[10] ہے اور نہ ہی اس پر کوئی ملامت ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ایک عام آدمی سے تشبیہ دینا ایک مُباح اَمر (جائز کام) ہے لہٰذا اس کا قائل نہ گنہگار ہے اور نہ اسے گناہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ مجھے اس کا خطرہ محسوس ہوا کہ عوام کالانعام کو جب ایسے کلام کے جواز کا علم ہوا تو وہ اپنے عام جھگڑوں میں ایسی گستاخیاں کریں گے پھر وہ ان کی عام عادت بن جائے گی جس کی وجہ سے وہ دین سے خارج ہو جائیں گے۔ صرف دین کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی رہبری کو مدنظر رکھ کر یہ چند سطور لکھ دیں۔

سب سے پہلے قاضی عیاض مالکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا وہ بیان لکھ دوں جو اُنہوں نے اس مسئلہ میں تحریر فرمایا جو نہایت ہی شاندار بیان ہے اور حق یہ ہے کہ بہت ہی خوب لکھا ہے۔ " کَمَا قَالَ اَبُوجِہِ الخَامِس الخ " ترجمہ: جیسا کہ پانچویں وجہ میں فرمایا:

(۱) نبی علیہ السلام کی شان کی کمی کا ارادہ نہ ہو۔ (۲) ان کا کوئی عیب نہ بیان کیا جائے۔ (۳) انہیں گالی نہ دی جائے۔

شریعت میں مندرجہ ذیل صورتیں بھی انبیاء علیہم السلام کے معاملات کو اپنے اوپر چسپاں (چپکانا، لگانا) کرنا حرام ہے مثلاً

10) کسی گناہ پر بغرض تادیب (ادب سکھانے کے لئے) جو سزا دیجاتی ہے اسے تعزیر کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، جلد ۲، حصہ ۹، صفحہ ۴۰۳، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

(۱)انبیاء علیہم السلام کے بعض اوصاف بیان کر کے مثال کے طور پر اپنے لئے حجت (دلیل) یا دوسرے کے لئے حجت بنائے جبکہ وہ اُمور انبیاء علیہم السلام نے بحیثیت دینی اُمور کے اظہار کے لئے کئے ہوں یا ان کی اسی طرح تکمیل ضروری تھی۔

(۲) کسی کام کو اُنہوں نے کسرِ نفسی (اپنے آپ کو کم رُتبہ ظاہر کرنا) کے طور پر کیا ہو۔

(۳) یا کسی مقصدِ اسلامی کے پیش نظر اپنے آپ کو بلند و ارفع ظاہر فرمایا حالانکہ دوسروں کو جائز نہیں۔ اسی طرح مثلاً کوئی کہے کیا ہوا اگر میرے حق میں ایسا ویسا کہا گیا نبی علیہ السلام کو بھی تو کہا گیا تھا۔

(۴) یا یوں کہے کہ اگر میری تکذیب ہوئی تو کوئی بات نہیں انبیاء علیہم السلام کی بھی تو تکذیب ہوئی تھی۔

(۵) یا یوں بکواس کرے کہ اگر میں نے گناہ کر لیا تو کیا حرج ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام نے بھی تو گناہ کئے تھے۔

(۶) یا یوں کہے کہ میں لوگوں کی مذمت سے کب بچ سکتا ہوں جبکہ انبیاء علیہم السلام بھی نہ بچ سکے۔

(۷) یا یوں کہے کہ میں فلاں مصیبت سے صبر کر رہا ہوں جیسے اولوالعزم پیغمبروں علیہم السلام نے صبر کیا۔

(۸) یا کہے کہ میں ایسے صبر کرتا ہوں جیسے ایوب علیہ السلام نے صبر کیا۔

(۹) یا کہے کہ میرا صبر کرنا حضور ﷺ کی طرح صبر کرنا ہے کہ اُنہوں نے بھی دشمنوں کی دشمنی پر صبر کیا تھا بلکہ اس سے کچھ زیادہ حوصلہ فرمایا جیسے میں حوصلہ کر رہا ہوں۔

مُتَنَبّی کا شعر ہے: أَنَا فِي أُمَّةٍ تَدَارَكَهَا اللهُ غَرِيبٌ كَصَالِحٍ فِي ثَمُودَ [11]

یعنی میں ایسی قوم میں غریب ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اچھا کرے جیسے حضرت صالح علیہ السلام ثمود میں غریب تھے۔

جیسے مصری شاعر کا قول ہے کہ كُنتُ مُوسٰى وَافَتهُ بِنتُ شُعَيبٍ غَيرَ أَنَّ لَيسَ فِيكُمَا مِن فَقِيرٍ [12]

یعنی میں موسیٰ اور ان کی زوجہ بنتِ شعیب ہوں سوائے اس کے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں۔

اور جیسے حسان مصیصی کا قول ہے: كَأَنَّ أَبَا بَكرٍ أَبُو بَكرِ الرِّضَا وَحَسَّانَ حَسَّانُ وَأَنتَ مُحَمَّدٌ [13]

یعنی گویا ابو بکر ابو بکر رضا ہے اور حسان حسان ہے اور تم محمد (ﷺ) ہو۔

[11] (كتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الرابع، فصل الوجه الخامس ان لا يقصد نقصا ولا يذكر عيبا، 146/2، دار الكتب العلمية بيروت)

[12] ایضاً

[13] (كتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الرابع، فصل الوجه الخامس ان لا يقصد نقصا ولا يذكر عيبا، 147/2، دار الكتب العلمية بيروت)

شاعر حسان مصیصی نے یہ شعر بادشاہ محمد بن عباد المعروف معتمد اور اس کے وزیر ابو بکر بن زیدون کے حق میں لکھا ہے اور یہ حسان شاعر شعرائے اندلس سے ہے۔ اس شعر میں گستاخی یہ کی ہے کہ خود حضرت حسان شاعر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وزیر کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بادشاہ کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے۔

اس جیسی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ ہم نے کثرتِ شواہد (بے شمار ثبوت) درج کئے ہیں حالانکہ ایسی مثالیں لکھنا ہمیں سخت ناگوار ہے تاکہ لوگوں کو ایسی گستاخیوں کا علم ہو کیونکہ عوام بلکہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ ایسی سخت باتوں سے اِحتراز (بچتے) نہیں کرتے بلکہ ان کے اِرتکاب کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور اسے

کوئی عیب بھی نہیں سمجھتے۔ یہ ان کی کم علمی اور بیوقوفی کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا:

وَّتَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ‌ۖ وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ (14)

ترجمہ: اور اسے سہل (آسان) سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

فائدہ: یہ جملہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان تراشوں کے لئے فرمایا اور وہ بہتان تراش منافق تھے اور یہ منافقوں کا کام ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لئے بے ادبی کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ ہمارے دور میں اس قسم کے لوگوں کی کمی نہیں اور وہ خود ہی سوچ لیں کہ نبوت واہل بیت کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں وہ اس سے دین کی خدمت کر رہے ہیں یا اپنا بیڑہ غرق کر رہے ہیں۔

انتباہ: بعض شعراء سے اس طرح کی جرأت عام ہے بلکہ کچھ اس معاملہ میں سخت زبان واقع ہوئے ہیں اِنہیں میں ابن ہانی اندلسی و ابن سلیمان المصری اور ہمارے دور میں حالی وغیرہ۔ جیسے کہ اس نے شعر ذیل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایلچی (پیغام پہچانے والا) کہا ہے۔ (معاذاللہ)

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم — کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی — کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی (15)

یہاں ہمیں ان سے بحث نہیں بلکہ ہمارا مقصد اس وقت یہ ہے کہ مثالیں دے کر سمجھائیں کہ ایسی باتیں جن میں صراحۃً گالی نہ ہوں لیکن ان میں بے ادبی و گستاخی اور ان کے نقص وعیب کا اظہار ہو رہا ہو تو ان میں خصوصیت سے بچنے کا اہتمام ہو۔

مانا کہ شعرائے مذکورہ یعنی ابن ہانی اندلسی اور ابن سلیمان المصری یونہی حالی وغیرہ کا ارادۂ گستاخی نہ ہو گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے نبوت کی عزت واحترام نہیں کیا اور نہ ہی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا خیال رکھا۔ نبوت ورسالت کے لئے ضروری ہے کہ جو اسے اللہ تعالیٰ نے شان بخشی ہے اسے کسی ادنیٰ و

---

[14] (پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۱۵)

[15] مسدسِ حالی مسمے بہ مدوجزر اسلام، ص ۱۹، ناشران، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی ولاہور

حقیر چیز کے ساتھ تشبیہ نہ دی جائے جیسے اشرف علی تھانوی نے حضور نبی پاک ﷺ کے علم مبارک کو پاگلوں، جانوروں وغیرہ سے تشبیہ دی ہے اور نہ ہی اس کی شانِ اعلیٰ کو کسی طریق سے کم بیان کیا جائے جیسے رشید احمد گنگوہی اور انبیٹھوی نے رسول اللہ ﷺ کے علمِ اقدس کو شیطان اور ملک الموت سے گھٹا دیا۔ یونہی رسالت و نبوت کی شان کو کسی کی خوشامد پر اس کے مشابہ ظاہر کیا جائے جیسے حسان مصیصی نے اپنے بادشاہ کو حضور ﷺ کے مشابہ ظاہر کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کے لئے بہت سخت تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے حضور اُونچا بولنے سے بھی سختی سے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ: مذکورہ صورتوں میں اگرچہ ان لوگوں کو قتل نہ کیا جائے گا۔ لیکن کم از کم اتنی سخت سزا تو ضرور ہو تاکہ آنے والی نسلیں ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کریں۔

﴿حکایت﴾

ابونواس بہت بڑا مشہور شاعر ہے اس نے ہارون الرشید خلیفہ عباسی مرحوم کے سامنے یہ شعر پڑھا

فَإِن يَكُ بَاقِي سِحرِ فِرعَونُ فِيكُم　　　　فَإِنَّ عَصَا مُوسٰى بِكَفِّ خَصِيبٍ [16]

یعنی اگر تمہارے میں فرعون کا جادو باقی ہے تو ہمارے ہاں بھی عصائے موسیٰ علیہ السلام موجود ہے۔

اس شعر کی وجہ سے حضرت ہارون الرشید مرحوم نے ابونواس سے کہا اے بدبخت! تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ٹھٹھا مَخَول (ہنسی مذاق) کرتا ہے نکل جا میری محفل سے۔ چنانچہ اسے فوراً خلیفہ عباسی کی محفل سے نکلنا پڑا۔

درسِ عبرت: عصائے موسیٰ علیہ السلام کے بے ادب کی یہ سزا۔ اللہ اللہ!!!

تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ: کاش آج بھی کوئی ایسا سربراہِ مملکت ہمیں نصیب ہوتا جو عصائے موسیٰ کی بے ادبی گوارا نہیں کرتا پھر اس گستاخ و بے ادب سے کیا کرتا جو کھلے بندوں امام الانبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کی گستاخی اور بے ادبی کو اپنا مشغلہ سمجھتا ہے۔

فتویٰ: ہم اس بحث میں اپنے فتویٰ کے بجائے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتویٰ کو کافی سمجھتے ہیں۔ طوالت سے بچ کر ان کا قول پیش کرتے ہیں اُنہوں نے بھی ہارون الرشید مرحوم کی طرح ایسے محروم القسمت لوگوں کے لئے سخت سزا کا حکم صادر فرمایا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ بھی عجوبہ روزگار (حیرت ڈالنے والی چیز) ہے کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش ہوا کہ کسی نے آپ سے عرض کی کہ ایک شخص نے مجھے فقر و تنگدستی پر عار (شرم) دلائی تو میں نے اسے کہا کہ یہ کون سی بُری بات ہے رسول اللہ ﷺ نے بھی فقر و فاقہ سے بکریاں چَرائی تھیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اسے سزا دی جائے اس لئے کہ اس نے یہ بے محل جملہ استعمال کیا ہے۔

---

[16] (کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، القسم الرابع، فصل الوجہ الخامس ان لا یقصد نقصاً ولا یذکر عیباً، 148/2، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فائدہ: یہ بہت ناموزوں اور نامناسب ہے کہ غلط کار لوگوں کو جب کہا جائے کہ یہ تمہارا کام مبنی بر خطاء ہے تو وہ جواب میں کہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے خطا نہیں ہوئی تھی؟(معاذاللہ)حالانکہ جنہیں یہ لوگ خطائے انبیاء علیہم السلام سمجھتے ہیں وہ خطائیں نہیں بلکہ حکمتیں واسرار تھے جیسا کہ عَصمَتُہ الاَنبیاء کے عقیدہ کا اُصول ہے۔

﴿حکایت﴾

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی سے فرمایا کہ کوئی ایسا کاتب تلاش کر کے لاؤ جس کا باپ عربی (مسلمان)ہو۔اس نے کہا کہ کیا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا والد کافر نہ تھا(معاذاللہ) یہ اُس کا گمان تھا ورنہ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدِ گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن موحد تھے۔تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''ابوینِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم'' حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تجھے یہی جواب دینا تھا۔آپ نے اس شخص کو ملازمت سے سبکدوش(آزاد) کر کے فرمایاہمیشہ کے لئے تو ہمارے دفتر میں ملازمت نہ کر سکے گا۔

مسئلہ: امام سحنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تعجب کے وقت درود وسلام نہ پڑھا جائے۔ہاں حصولِ ثواب کی خاطر پڑھا جاسکتاہے۔تعظیم وتوقیر مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہی تقاضاہے۔

فائدہ: امام قابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب کسی ایسے شخص کے لئے کہا جائے کہ جس کا چہرہ قبیح ہو وہ گویامنکر نکیر ہے یاجو شخص تُرش رُو(بددماغ یاناخوش)ہواسے کہاجائے یہ مالکِ(خازن)نار ہے تو ایسے شخص کو سخت سزادی جائے۔اگر فرشتے کے لئے گستاخی کی نیت سے کہاہے تو اسے قتل کیاجائے۔

﴿تبصرۂ اُویسی غفرلہ﴾

ہمارے دور میں یہ بیماری عام ہے کہ کوئی کسی کا پیچھانہ چھوڑے تو اس کے لئے کہتاہے کہ فلاں میرا منکر نکیر ہے اور سی آئی ڈی(CID) والوں کے لئے عام محاورہ کردیا گیاہے کہ منکر نکیر ہیں (معاذاللہ)یونہی کوئی کسی کا قرض خواہ یا کسی سے کوئی مطالبہ ہو وہ اسے ملے تو کہتاہے ملک الموت یا عزرائیل آگیا وغیرہ وغیرہ۔ بطوراستہزاءوتحقیر(مذاق ونفرت)توکفر ہے ہی ویسے عادۃً کہنے پر بھی سخت سزاہے لیکن سزاکون دے؟

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَمۡرًا [17]

یعنی شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔

﴿حکایت﴾

ایک نوجوان نیک خِصال(اچھی عادتوں والا) لیکن شرعیہ سے ناواقف نے کسی کو کوئی بات کہی تو اس نے اسے کہا کہ تو اُمی (ان پڑھ) ہے فلٰہذا(پس اس لیئے) خاموش رہ۔نوجوان مذکورہ نے کہا کہ میں امی(ان پڑھ)ہوں تو کیاہوا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُمی نہیں تھے؟

---

[17] (پارہ۲۸،سورۃالطلاق،آیت۱)

اس نوجوان کی اس مقُولہ (بات) کی وجہ سے سخت سے سخت مذمت ہوئی بلکہ بہت سے لوگوں نے انہیں کافر تک کہہ دیا۔ اس سے وہ نوجوان سخت پریشان ہوا اور اپنی بات سے سخت نادم ہوا بلکہ اپنی ندامت کا اظہار بار بار کیا۔

فائدہ: امام ابو الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایسے کو کافر تو نہیں کہنا چاہیے بلکہ اس پر کفر کا فتویٰ خطا ہے ہاں وہ نوجوان اس مقولہ سے خطاکار ضرور ہے کہ اس نے اپنے اَن پڑھ ہونے پر سرکارِ عالم ﷺ سے اِستِشہاد (دلیل) کیا یہ غلطی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کا اُمی ہونا یہ معجزۂ الٰہی ہے۔

حضور ﷺ کو نقص کے طور پر یا بے خبر و جاہل سمجھ کر ہی کہنا خطاء ہے اور یہ بھی جہالت ہے کہ آپ ﷺ کی ایسی صفت سے اپنے لئے حجت پکڑنا۔ ہاں اس نوجوان (مذکور) نے اپنے قول سے استغفار اور توبہ کی بلکہ اپنی غلطی کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑایا اور عاجزی والحاح (عاجزی سے گڑگڑا کر عرض) کیا اسی لئے اسے معاف کیا جائے اس کی حد مثل نہ ہو گی ہاں اسے سزا دی جاسکتی تھی لیکن اس کی ندامت سے اس کی یہ سزا بھی معاف ہوئی اسی لئے اسے ہر طرح کی سزا سے معاف کیا جائے گا۔

﴿حکایت﴾

حضرت قاضی ابو محمد ابن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا جس پر کسی نے تنقیص کی۔ اس نے جواباً کہا کہ بھائی تم میرا نقص بیان کر رہے ہو اس میں حرج ہی کیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں اور ہر بشر سے کمی ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ نبی پاک ﷺ بھی تو بشر تھے اور آپ ﷺ سے بھی کمی کا احتمال رہتا تھا (معاذاللہ) مفتی صاحب موصوف نے ایسے شخص کے لئے فتویٰ دیا کہ اسے بہت بڑے عرصہ تک قید اور جیل میں قیدی رکھا جائے۔ بلکہ اسے سخت سزا دی جائے تاکہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے۔ یہ اُس وقت ہے جبکہ اس سے اس کا سبب یعنی تحقیر و توہین کا ارادہ نہ ہو ورنہ اسے قتل کر دیا جائے بلکہ اندلس کے بعض علماء نے ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے خواہ اس کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ اس کی تفصیل رسالہ "گستاخ کا قتل" میں ہے۔

مذکورہ بالا تقریر حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "شفاء شریف" میں بیان فرمائی ہے۔

انتباہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتباہات پر غور فرمایئے کہ اُنہوں نے شفاء شریف کے فصل اول میں کیسی وضاحت فرمائی ہے مثلاً فرمایا کہ کسی مثال کو کسی پر چسپاں کیا جائے اور کسی شے کو اپنے اور غیر کے لئے حجت بنایا جائے اور فرمایا کہ وہ مثال صرف مثل کے طور پر بیان کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ لیکن اگر اسے حجت کے طور لایا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور حجت کے طور پر شے کو بیان کرنے والا وہی اسی سے استدلال کرنے والا ہوتا ہے اور استدلال کرنے والے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ خصومات (دشمنی اور جھگڑے) میں اسے پیش کرے اور اپنے اوپر الزام سے بری ہو جائے۔

پھر قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب لکھا کہ کسی اعلیٰ ذات کی صفات کا ذکر کرنا دو طرح سے ہیں۔ ایک صفات کا محض ذکر، دوسرا اسے استشہاد کے طور پر پیش کرنا اور استشہاد بھی استدلال ہے یونہی قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے آخر فصل میں یہ خوب فرمایا کہ ایسے لوگ خطاکار تو ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے صفات احوال کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں لیکن کافر نہیں وغیرہ وغیرہ۔

یونہی کسی کا رسول اکرم ﷺ کی کسی صفت پر احتجاج جہالت تو ہے لیکن کفر نہیں ایسے جملہ مقامات میں تصریح ہے کہ ان سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے استدلال کرنا سخت خطا ہے اور ایسے لوگوں کو سخت سزا دینا ضروری ہے۔

میں نے انتباہات (تنبیہ کی جمع یعنی خبردار) اس لئے کئے ہیں کہ میں نے ایسے شخص کو مُستدِل (اِستدلال کرنے والے) سے تعبیر کیا تو بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا حالانکہ اس میں اعتراض کی گنجائش نہ تھی چونکہ مقام تدریس وافتاء وتصنیف اور اہل علم کے ہاں تقریر کے لئے استدلال کا مطلب اور ہوتا ہے اور ایسے مقامات میں اعتراض بھی نہیں ہوتا اس کی تشریح آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ہاں مقدمات میں اور خود کو عیب ونقص سے بچانے کے استدلال کا معنی اور ہوتا ہے۔ایسے مواقع پر ایسے استدلال پر اعتراض بھی ہے اور سزا دینا واجب بھی ہے بالخصوص عوام میں اور عام بازاروں میں ایسے خَفِیف (ہلکے) الفاظ استعمال کرنا ایسے ہی سب وقذف (گالی دینا،شرعاً کسی پر زنا کی تہمت لگانا) یعنی تحقیر اور بہتان تراشی وغیرہ میں سزا ضروری ہے اور استدلال کرنے والے کو روکنا واجب ہے تاکہ ایسی گستاخی اور بے ادبی کا رواج نہ ہونے پائے۔ ہر مقام کی ایک علیحدہ بات ہے اور ہر محل کا اپنا حکم ہے جو اس کے مناسب ہوتا ہے۔کیا تم نے قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا وہ اشارہ نہیں سمجھا جو اُنہوں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ اُنہوں نے کاتب کو سزا صرف اس لئے دی کہ اس نے اپنے باپ کے کفر پر حضور سرورِ عالم ﷺ کے والد گرامی کے کفر سے حُجت پکڑی اور اِستدلال کیا۔اسی لئے تو امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کاتب پر نہ صرف اعتراض کیا بلکہ اسے ملازمت سے سَبکدُوش کر دیا۔

﴿حکایت﴾

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سند سے بیان فرمایا کہ احمد بن عبداللہ بن یونس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعض شیوخ (اساتذہ) سے سنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں ایک مسلمان لایا گیا جو پرائیویٹ سیکریٹری کے طور پر آپ کے ہاں کام کرتا تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لانے والے کو فرمایا کہ کاش تو ایسا کاتب لاتا جس کا باپ بھی مہاجر مسلمان ہوتا۔ وہ کاتب (پرائیویٹ سیکریٹری) بول پڑا کہ جناب میرے والد کا کفر کوئی بُری بات نہیں رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تو کافر تھے (معاذاللہ)۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں یہ مثال دینی تھی۔اب نکل جا میری محفل سے اور نہ ہی مجھے تیری ملازمت کی ضرورت ہے۔

فائدہ: اس حکایت میں یہی بات ہے کہ کاتب نے اپنے سے ایک عیب ونقص ہٹانے پر احتجاج اور استدلال کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس پر رَد فرمایا کہ اس نے ایسی تقدسِ مآب ذات کو مثال میں کیوں لایا۔

﴿حکایت﴾

مذکورہ بالا حکایت ایک اور طریق سے یوں منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن سعد کو فرمایا کہ ہمارے فلاں حاکم کا باپ زندیق ہے۔اس نے جواب دیا کہ کیا ہوا کیا نبی پاک ﷺ کے والد صاحب کافر نہیں تھے؟ (معاذاللہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تجھے نہ صرف ملازمت سے سبکدوش کیا بلکہ ہمارے کسی دفتر میں تمہیں ملازمت نہیں ملے گی۔

﴿قاعدہ﴾

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفاء شریف کے فصل سابع میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے کوئی امر جائز ہو یا اس کے جواز میں آپ ﷺ کے لئے اختلاف ہو یا اطوارِ بشریہ (بشر کے طور طریقوں) کی وجہ بھی ہو یا جن باتوں سے آپ ﷺ کا امتحان لیا گیا اور آپ ﷺ نے اس پر اللہ تعالیٰ کی رضاو خوشنودی کی وجہ سے صبر فرمایا مثلاً دشمنانِ اسلام کا آپ ﷺ کو تکلیفیں پہنچانا یا پریشان کیا جیسا کہ ابتدائے اسلام میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوا تو ان اُمور میں کسی امر کا ذکر یا بیان کرنا جائز ہے یا نہیں تو اس کے متعلق یاد رکھیں کہ بطریق روایت یا مذاکرۂ علمی اور جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے لائق بات ہو اور ان پر اس کا اطلاق جائز بھی ہو تو یہ ہماری بحث میں داخل نہیں۔ کیونکہ یہ اس میں نہ تو اظہارِ نقص و عیب ہے اور نہ ہی ان کی عزت پر حملہ کرنا ہے اور نہ ہی استخفاف و استحقار (ہلکا اور کمتر) کا خدشہ ہے نہ ظاہر الفاظ میں اور نہ ہی بولنے والے کا ارادہ ہے لیکن ایسی باتیں اہل علم اور وہ طلبائے اسلام جو ذی فہم (سمجھدار) ہیں کہ وہ ان مقاصد و فوائد سے باخبر ہیں بیان نہ کیا جائے جو سن کر فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔[18]

﴿حکایت﴾

فقیر کے ایک شاگرد نے رسول اکرم ﷺ کے متعلق وہ واقعہ وعظ و تقریر میں بیان کیا کہ چند بدّو (عرب کے خانہ بدوش لوگ) حضور ﷺ سے کچھ لینے آئے تو اُنہوں نے آپ ﷺ کے اِدھر اُدھر سے کھینچا وغیرہ وغیرہ۔ یہ واقعہ سن کر سامعین نے بُرا منایا بلکہ اسے آئندہ تقریر کرنے سے روک دیا۔ مجھے شکایت پہنچی تو میں نے اسے زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ و لعنت ملامت) کی اور نرمی سے اسے سمجھایا کہ عوام کے سامنے ایسے واقعات ایسے طریق سے بیان کیا جائے کہ جس سے عوام کو اُلجھن نہ ہو۔

فائدہ: حضور سرورِ عالم ﷺ کے شَقُ الصدر (سینے مبارک کا چاک ہونے) کا واقعہ بھی عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں ہاں بیان کرنا ہے تو طرزِ تکلم (بات کرنے کا انداز) ایسا ہو کہ واقعہ سے حضور سرورِ عالم ﷺ کی شانِ اقدس اُجاگر (بلند) ہو۔

مسئلہ: بعض علماءِ کرام نے فرمایا کہ عورتوں کو سورۂ یوسف پڑھانا مکروہ ہے یعنی اس کی تفسیر و ترجمہ اور مفاہیم (مفہوم کی جمع) وغیرہ اس لئے کہ عورتیں فطرۃً کم فہم ہوتی ہیں اور نہ ہی ان میں ایسی باتوں کے ادراک کی عموماً اہلیت و صلاحیت ہوتی ہے۔

مسئلہ: شیخ عزالدین بن عبد السلام نے اپنے قواعد میں لکھا ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ حاکمِ وقت کو صغیرہ کے ارتکاب سے ملازمت سے سبکدوش کیا جائے یہ غلط ہے، بلکہ کہنے والا جاہل ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حاکم وقت سے صغیرہ کا ارتکاب ہو تو حکام اور قضاۃ (قاضی کی جمع، فیصلہ کرنے والے) کو لائق نہیں کہ ایسے شخص کو سزا دیں ہاں کبیرہ کا ارتکاب ہو تو اسکی تفصیل ہے جو مُطوّلات (بڑی کتابوں) میں مذکور ہے۔

---

[18] (الحاوی للفتاوی للسیوطی، کتاب التفقات، باب تنزیۃ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء، 226/1، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاف لکھا ہے کہ معزز شخصیات پر تعزیر نہیں جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے نیز اس لئے کہ یہ لوگ شر سے معروف نہیں۔ انہیں غلطی گرا دے گی یعنی لوگوں کی نظروں میں گر جائیں گے اسی لئے انہیں تعزیر سے معاف رکھا جائے۔ بعض نے اس کی تفسیریوں کی ہے کہ یہ لوگ اصحابِ صغائر ہیں اصحابِ کبائر نہیں، بعض نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔ [19]

﴿احادیث مبارکہ﴾

معزز شخصیات سے تعزیرات کی معافی میں بکثرت احادیث وارد ہیں اُن میں سے چند احادیث ملاحظہ ہوں:

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولُ اللهِ قَالَ أَقِيلُوا ذَوِى الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلاَّ الْحُدُودَ [20]

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معزز شخصیت کی خطائیں معاف کرو سوائے حدود کے کہ حدِ شرعی کی معافی نہیں۔

أَقِيلُوا ذَوِى الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ [21]

ترجمہ: معزز شخصیت کی خطاء سے تجاوز (درگزر، معاف) کرو۔

عَن زَيدِ بنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ تَجَافُوا عَن عُقُوبَةِ ذِى الْمُرُوءَةِ إِلاَّ فِي حَدٍّ مِّن حُدُودِ اللهِ۔ [22]

ترجمہ: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ معزز شخصیت کی سزا سے احتراز کرو، ہاں حدِ شرعی ضرور جاری کرو۔

عَن اِبنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ تَجَافُوا عَن ذَنبِ السَّخِيِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ آخِذٌ بِيَدِهِ كُلَّمَا عَثَرَ [23]

---

[19] یہ تمام مسائل اور فائدہ الحاوی للفتاوی میں موجود ہے۔

(الحاوی للفتاوی للسیوطی، کتاب التفققات، باب تنزیۃ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء، 228/1، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[20] (سنن أبی داؤد، کتاب الحدود، باب فی الحد یشفع فیہ، 133/4، رقم الحدیث 4375، المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت)

(مسند الامام احمد بن حنبل، مسند عائشۃ رضی اللہ عنہا، 402/10، رقم الحدیث 26217، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السنن الکبری، کتاب الرجم، باب التجاوز عن زلۃ ذی الھیئۃ، رقم الحدیث 7254، 468/6، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

(صحیح الادب المفرد، باب الرفق، رقم الحدیث 465، ص 178، مکتبۃ الدلیل المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

[21] (السنن الکبری، کتاب الرجم، باب التجاوز عن زلۃ ذی الھیئۃ، رقم الحدیث 7253، الجزء السادس، 468/6، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

(المعجم الاوسط للطبرانی، الباب من اسمہ بکر، 277/3، رقم الحدیث 3139، دار الحرمین القاھرۃ)

(الکامل فی ضعفاء الرجال، عبد اللہ بن ھارون بن موسی وھو ابن ابی علقمۃ الفروی مدینی، 427/5، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[22] (المعجم الصغیر للطبرانی، باب المیم، من اسمہ محمد، 43/2، دار الکتب العلمیۃ بیروت) (نوٹ: یہ حدیث الاوسط میں نہیں مل سکی بلکہ ایک صغیر کے حوالے سے ملی ہے)

[23] (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، فمن الطبقۃ الاولی من التابعین، باب شقیق بن سلمۃ فمنھم الوالہ الزابل، المجتھد الناحل، شقیق بن سلمۃ، ابو وائل، 108/4، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سخی کے گناہ سے احتراز کرو اس لئے کہ جب ڈگمگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ پکڑ تا ہے۔

فائدہ: شیخ تقی الدین سُبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''طریق المعدلۃ'' کی بحث ''قتلُ مَّن لَّاوَارِث لہ'' (جس نے قتل کیا وہ وارث نہیں۔) میں لکھا کہ فقہاء کا کہنا ہے کہ جس نے جسے قتل کیا وہ اس کا وارث نہیں۔ سلطانِ وقت کو اختیار ہے کہ وہ اس سے قصاص لے یا دِیَت (خون بہا) لے کر معاف کر دے لیکن مفت کی معافی صحیح نہیں۔ گویا اُنہوں نے یہ حکم غالب پر لگایا ہے کیونکہ حاکم وقت کی مرضی پر ہے کہ اگر وہ مصلحت دیکھے تو اسے مفت بھی معاف کر سکتا ہے جبکہ اس کے پاس مال بھی نہیں اور نہ ہی وہ کما سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کی خیر وصلاح و نفع بھی مدِ نظر ہے لیکن اس سے اگر جلد بازی میں ہوا ہو تو پھر اسے قتل کرنا چاہیے ہاں اگر اس نے توبہ کی اور اس کا آئندہ کا رَدِ عمل بھی صحیح ہے پھر کہنا کہ امام یعنی حاکم وقت کا معاف کرنا صحیح نہیں یہ بات بعید از قیاس (قیاس کے خلاف) ہے۔ بالخصوص جب مسلمانوں کو اس سے قصاص کی خواہش نہ ہو۔ اس صورت میں میری رائے یہ ہے کہ اسے بھی امام (حاکم وقت) کی رائے پہ چھوڑا جائے او رحاکم وقت پر بھی لازم ہے کہ وہ حکم دے جو مسلمانوں کی مصلحت پر مبنی ہو۔ وہ ایسا اقدام نہ کرے کہ جس میں کہا جائے کہ اس کا قتل جائز ہے اور وہ جواز بھی مسلمانوں کی مصلحت پر مبنی ہے اور اقامتِ دین بھی مد نظر ہے اس میں حظِ نفس (بدنی خوشی) کو دخل نہ ہو اور نہ ہی کوئی اور دنیوی غرض ہو اس میں اس کے خون بہانے سے رُکنا چاہیے کہ ایک نفسِ معصومہ کو باقی رکھنا ہے۔ اگر وہ اسے بغیر کسی ترجیحِ شرعی کے قتل کریگا تو یہ بھی اس میں شامل ہو گا جو کسی کو ناحق قتل کرتا ہے۔[24]

فائدہ: امام السبکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جب بِلادیت اس کا معاف کرنا جائز ہے جس میں صلاح وخیر اور مسلمانوں کا نفع ہے تو جو خطاء کسی معزز شخصیت سے صادر ہوئی ہے اس سے تعزیر کی معافی بطریق اولیٰ جائز ہے اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہیں۔

﴿درسِ ادب﴾

ابنُ السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''کتابہ الترشیح'' میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض نُصُوص (نص کی جمع، قرآن پاک کی وہ آیتیں جن کے معانی صاف اور واضح ہوں۔) میں فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک معزز خاندان کی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تو لوگوں نے اسے معاف کر دینے کی سفارش فرمائی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر فلانہ (یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے بھی حد ثابت ہو جائے تو بھی میں "قَطْعِ یَد" (ہاتھ کاٹنے) کا حکم دوں گا۔ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بطورِ ادب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام کے بجائے "فُلَانَۃُ لِامْرَاَۃٍ شَرِیفَۃٍ" ترجمہ: (فلاں شریف عورت) کا لفظ استعمال فرمایا یہ ان کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ادب کا لحاظ ہے حالانکہ ان کے والد کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کا نام لیا ہے۔[25]

(المعجم الاوسط للطبرانی، حرف التاء، رقم الحدیث 33/5710،6، دار الحرمین القاھرۃ)

(نوٹ: یہ حدیث مبارکہ طبرانی کبیر میں نہیں مل سکی، بلکہ اس کے بجائے الاوسط میں ملی ہے۔)

[24] (الحاوی للفتاوی للسیوطی، کتاب التفقات، باب تنزیۃ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء، 228/1، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[25] (الحاوی للفتاوی للسیوطی، کتاب التفقات، باب تنزیۃ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء، 228/1 الی 229، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

﴿درسِ عبرت﴾

ابنُ السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمالِ ادب ہے کہ ایسے مقام پہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لینا گوارا نہ کیا اگرچہ حدیث شریف میں نام لیا گیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ تعلیم ہے کہ احکام شرع میں عوام وخواص کا کوئی امتیازی سلوک نہیں۔

فائدہ: امام ابن سُبکی کے نقل اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عمل سے ثابت ہوا کہ اصل اسلام ادب ہے اور اس کے بر عکس خلافِ ادب بلکہ سوءِ ادب ہے۔ اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے کہ وہ جسے جس طرح کہیں لیکن ہمیں اس طرح کہنا قبیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمالِ ادب ہے کہ باوجویکہ اس حدیث سے احتجاج واستدلال کر رہے ہیں اور اپنی تصنیف میں ہی اسے لکھ رہے ہیں کہ سوائے ان کے کسی اور کو اس پر آگاہی نہیں لیکن پھر بھی ادب سے نام نہیں لیتے تو بھی حرج نہ تھا لیکن ادب ایک اعلیٰ عمل ہے اسی کو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنایا۔ مزید بر آں (اس کے علاوہ) حدیث پاک میں بھی لفظ "لو" سے ذکر ہے جو امتناع (منع کرنے یا روکنے) کے لئے بھی آتا ہے اور یہاں بطور بغرض محال استعمال ہوا ہے تب بھی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لینا گوارا نہ فرمایا یہ کمالِ ادب ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

یعنی ہم خدا تعالیٰ سے ادب کی توفیق چاہتے ھیں　　　بے ادب رب تعالیٰ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔

﴿فہرست الفاظِ کفریہ﴾

رُؤيَتِي إِلَيكَ كَرُؤيَةِ مَلَكَ المَوتِ [26]

یعنی میں تجھے ملک الموت کی طرح دیکھتا ہوں۔

یہ عموماً اس کے لئے بولتے ہیں جو کسی کو کسی سے خوف وخطرہ ہو مثلاً قرض خواہ ہے یا کوئی اور سبب۔ احناف کے علاوہ دیگر ائمہ کا مذہب ہے کہ ایسے قول سے قائل کافر نہ ہوگا لیکن تعزیر سے نہ بچ سکے گا یعنی ایسا قول شرعاً ممنوع ہے اگر کوئی کہہ دے تو کافر تو نہ ہوگا لیکن سخت سزا دی جائے تا کہ ملائکہ کی تحقیر نہ ہو۔

☆ کوئی کلمہ قرآنی الفاظ سے اپنے مقصد کے لئے بولنا مثلاً کہا جائے " ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى "[27] (پھر تو ایک ٹھہرائے وعدہ پر حاضر ہوا اے موسیٰ) اس شخص کے لئے جو اپنے وقت پر کسی جگہ پہنچے اور وہ یہ جملہ سن کر کہے ''نعم'' ہاں۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں ایسا اقتباس صحیح نہیں کیونکہ قرآن کی توہین وتحقیر ہے کہ اس کے کلمات کو اپنے دُنیوی اغراض پر استعمال کیا جائے۔ یونہی انبیاء علیہم السلام کو اغراض دنیویہ پر استعمال کیا جائے۔

﴿محافلِ میلاد﴾

---

[26] (الحاوی للفتاوی للسیوطی، باب تنزیۃ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء، 1/240، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[27] (پارہ ۱۶، سورۃ طٰہٰ، آیت ۴۰)

حضرت امام ابن حجر سے سوال ہوا کہ محافل میلاد میں بعض لوگ جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جذبہ میں مختلف انداز اپناتے ہیں۔ بعض مقررین واعظین خواص و عوام کی موجودگی میں (جہاں مرد، عورتیں جمع ہوتی ہیں) لچھے دار (مزے دار) تقریریں کرتے ہیں۔ ان میں بعض باتیں تعظیم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے منافی بھی سرزد ہوجاتی ہیں مثلاً رِقت آمیز باتیں، حکایتیں بیان کرتے ہیں جن میں عظمت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا پہلو کم ہوتا ہے لیکن ان میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر شفقت از غیر (دوسرے شخص کی مہربانی) کا پہلو واضح ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ طائف سے دائیاں آئیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یتیمی کے پیشِ نظر کسی دایہ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نہ لیا سوائے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بکریاں چَراتے رہے۔ اس پر چند اشعار بھی ہیں:

بِأَغْنَامِهِ سَارَ الحَبِيبُ إِلَى المَرعٰى   فَيَا حَبَّذَا رَاعٍ فُؤَادِي لَه يَرعٰى [28]

ترجمہ: یعنی محبوب بکریاں لے کر چراگاہ کو چلا۔ واہ واہ چَرانے والے میرا دل ہی اس کے لئے راعی ہوتا۔

فَمَا أَحسَنُ الأَغنَامِ وَهُوَ يَسُوقُهَا   وَكَثِيرٌ مِّن هٰذَا المَعنَى المُخِلِّ بِالتَّعظِيمِ [29]

یعنی کیسی حسین و جمیل ہیں وہ بکریاں جسے وہ محبوب ہانک کرلے جاتا ہے۔ ایسے بہت سے معنی تعظیم میں مُخِل (رکاوٹ) ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس میں حضور سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے بکریاں چرانے والے کے ذکر میں آپ کی خِفَّت وحَقَارت (ناراضگی اور توہین) کا اظہار نہیں ہوتا ہے اور قائلین (کہنے والے) کا ارادہ ایسا نہیں اور نہ انہیں ایسے پہلو کا تصور ہوتا ہے۔

الجواب: سمجھدار کو لائق ہے کہ ایسے مقام پر خبر یعنی مضمون میں مخبر یعنی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے نقص کا تصور و خیال نہ کرے یہاں تو صرف خبرِ محض ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بکریاں چَراتے اس سے کب لازم آتا ہے کہ ہر بکریاں چرانے والا حقیر و فقیر ہوتا ہے بلکہ بکریاں چرانا تو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "بکری کی فضیلت"۔

﴿اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کا پہلو﴾

ابن ابی الدنیا "کتاب العصمة" میں لکھتے ہیں کہ امام مطرف نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت و جلال قلوب میں ہونا ضروری ہے اسی لئے یہ اللہ کے ذکر خیر میں نہ کیا جائے مثلاً کتے کو بددعا دیتے ہوئے کہو "اَللّٰهُمَّ اَخْزِهٖ" (رُسوا کر) یا گدھے کو کہے یا بکری کو۔ [30]

﴿تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ﴾

اس میں اللہ تعالیٰ کی رفعتِ شان کے سامنے یہ لائق نہیں کہ اس کے ذکر کے ساتھ حقیر و خفیف اشیاء کا ذکر ہو۔ اسی لئے ہمارے فقہائے کرام کہتے ہیں کہ اس طرح نہ کہا جائے "يَا خَالِقَ الخَنَازِيرِ وَالكِلَابِ وَالقَاذُورَاتِ" [31]

---

[28] (الحاوی للفتاوی للسیوطی، باب تنزیۃ الانبیاء عن تسفیه الاغبیاء، 241/1، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[29] ایضاً

[30] (الحاوی للفتاوی للسیوطی، کتاب التفقات، باب تنزیۃ الانبیاء عن تسفیه الاغبیاء، 231/1، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یعنی اے خنزیر وکتے اور گندگیوں کو پیدا کرنے والے۔

﴿حاضر وناظر اور گندگی﴾

بعض گندے ذہن والے سوال کرتے ہیں کہ کیا حضور ﷺ بیت الخلاء وغیرہ میں حاضر وناظر ہیں؟ ہم انہیں جواب دیتے ہیں کہ عقیدہ رکھنا اور بات ہے اسے زبان پہ لانا شے دیگر (اور بات ہے)۔ ہم عقیدہ تو حاضر وناظر کا ہر جگہ رکھیں گے لیکن تفصیل کے وقت ایسی گندی اشیاء کو زبان پہ نہ لائیں گے جیسے اللہ تعالیٰ کو خالق کل شئی مانتے ہیں لیکن تفصیل کے وقت نہ کہیں گے، خَالِقَ الخَنَازِيرِ وَالكِلَّابِ وَالقَاذُورَاتِ یعنی خنزیر وکتے اور گندگیوں کو پیدا کرنے والے۔

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "حاضر وناظر اور گندگی"۔

﴿ایک گستاخی پر سوال کا جواب﴾

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امام سہیلی نے حدیث نقل کی إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ [32]

یعنی میرا باپ اور تیرا باپ دوزخ میں ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم نہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین دوزخ میں ہیں (معاذاللہ) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زندوں کو مردوں کی وجہ سے اذیت نہ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ [33]

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔

اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل کے لئے فقیر کی تصنیف "ابوینِ مصطفی ﷺ" کا مطالعہ ضروری ہے۔

﴿بکریاں چرانا﴾

سابق دور میں بکریاں چرانا نقص وعیب نہ تھا لیکن بعد کے عرف میں یہ صفت حقارت کے کھاتہ میں آگئی اسی لئے مالاصالۃ (بغیر کسی وجہ کے) اس میں تحقیر نہیں اسی لئے مطلقاً راعی الغنم (بکریاں چرانے والے) پر اعتراض نہ ہونا چاہیے کیونکہ بہت سی باتیں سابق دور میں حقیقت نہیں ہوتیں لیکن زمانے کی تبدیلی سے احکام بدلتے ہیں اسی لئے زمانہ، زمانہ اور شہر، شہر کا فرق ہے۔ اس پر فقہاءِ کرام کا کلام شاہد ہے۔ نکاح کی کفاءت (کُفو کی جمع، ہم پلہ، برابر، کفو کا معنی یہ ہے کہ مرد عورت سے نسب وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح عورت کے اولیا کے لئے بے عزتی ورسوائی کا سبب ہو، کفات صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے۔ عورت اگرچہ کم درجہ کی ہو اس کا اعتبار نہیں)۔

---

[31] (شرح فقہ اکبر للملا علی قاری، ص95، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

[32] (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أن من مات علی الکفر فھو فی النار، ص127، رقم الحدیث 388، دار الفکر بیروت)

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، الباب فی ذراری المشرکین، ص853، رقم الحدیث 4718، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع الریاض)

[33] (پارہ۵، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۷)

("الدرالمختار"و"ردالمحتار"،كتاب النكاح،باب الكفاءة،ج۴،ص۱۹۴)میں اور مروتِ شہادات میں یہ مسئلہ تمام فقہ کی کتابوں میں ہے حتی کہ منہاج میں لکھا ہے کہ ہمارے دور میں یہ کلمہ جو بھی بولتا ہے شَتْم و تَنْقِيْص(گالی دینے اور عیب لگانے)کے موقعہ پر بولتا ہے مثلاً کوئی کسی کو کہ "يَا اَنتَ يَا رَاعِي الْمَعَزِّي"ترجمہ:(یعنی اے بکریاں چرانے والے)تو اس سے تنقیص کا پہلو نکل سکتا ہے۔اسی لئے ایسے جملے اس نے جو کچھ کہا ہے اپنے اعتقاد کی ترجمانی کی ہے یعنی وہ یہ اعتقاد ظاہر کرتا ہے کہ نبی ﷺ زندہ ہوتے اور مجھے اس فیصلہ پر رجوع کا فرماتے تو بھی میں نہ مانوں گا یہ شخص کافر ہے۔(معاذاللہ)مندرجہ ذیل آیات کے خلاف بکواس کرتا ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ [34]

یعنی تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منھ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا [35]

یعنی تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم!وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رُکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔[36]

﴿حکایت﴾

اس شخص کا قصہ کہ جس کا فیصلہ حضور سرورِعالم ﷺ نے فرمایا لیکن وہ آپ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ کریں آپ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار سے قتل کر دیا۔یہ قصہ مشہور ہے اور اس کی بکواس پر اس قول سے تعجب ہے کہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانوں گا یہاں تک کہ آپ مجھے نص دکھائیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا قول خود نص ہے۔مسلمان پر تو ایسا گمان نہیں ہو سکتا تو شاید اُس نے یہ قول "مِنْ حَيْثُ الْاِعْتِقَادُ "ترجمہ:(اعتقاد یعنی عقیدے کے اعتبار سے)نہ کہا ہو گا۔

دوسرا سوال: یہ تو شدید ترین خطاء(غلطی)ہے بلکہ قبیح ترین ہے اور پہلے مسئلہ سے بہت زیادہ بُرا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر مجھے کسی نبی یا فرشتے نے گالی دی تو میں بھی اسے گالی دوں گا۔

الجواب: ابن رُشد وابن اُلحاج نے فرمایا کہ ایسے شخص کو بہت سخت مارا جائے اور اسے قید میں رکھا جائے اور اس کا دوسرے لوگوں کے لئے مُباح (جائز) کرنا یہ دوسری بات ہے یہ بُرائی میں اس سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں کو حرام کے اِرتکاب واِستحلال(حلال) پر اُکسانا اور انبیاء وملائکہ کرام علیہم السلام کے منصب پر حملہ کرنا ہے اور یہ کیسے کسی کو کسی کے لئے مباح کیا جائے؟ جبکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں وہ تو کسی کو بُرا بھلا نہیں کہتے سوائے حکم شرعی

---

34) (پارہ۵،سورۃ آلِ عمران،آیت ۳۲)

35) (پارہ۵،سورۃ النساء،آیت ۶۵)

36)

کے۔اور جو شرعی طور پر کسی کو بُرا بھلا کہتا ہے تو کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کے جواب میں اسے بُرا بھلا کہے۔مسئلہ اصل کے اعتبار سے سخت ہے ایسے شخص کو ایسی باتوں سے روکا جائے اور اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر اس سے بائیکاٹ کیا جائے اور اس پر توبہ اور رجوع الی اللہ ضروری ہے اوریقین دہانی کرائے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کہے گا۔[37] یہ بیان امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔اس پر فقیر اُویسی غفرلہٗ توضیحاً(وضاحت کرتے ہوئے)اضافہ کرتا ہے۔

﴿اضافہ اُویسی غفرلہٗ﴾

گستاخی کے درجات ہیں نہ ہر گستاخ واجب القتل ہے نہ ہر گستاخ قابلِ معافی ہے۔گستاخی اللہ تعالیٰ کی شانِ اقدس میں ہو یا انبیاء علیہم السلام کے حق میں یا ملائکہ کرام کے بارے میں یا اُولیاءِ کرام وعلمائے حق کے متعلق۔احوالِ انبیاء علیہم السلام کسی پر چسپاں نہ کئے جائیں بالخصوص عوام کے سامنے۔ہماری یہ تحقیق اُس کے لئے ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہے۔

حکایت: ہم یہاں ایک نکتہ لطیفہ عرض کرتے ہیں وہ یہ کہ شیخ ابن اُلسبکی علیہ الرحمہ ترشیح میں لکھتے ہیں کہ میں ایک دن جماعت کے ساتھ گھر کے دالان (بڑا اور لمبا کمرہ جس میں محراب دار دروازے ہوتے ہیں) میں کھڑا تھا کہ کتا پانی چھڑکتا ہوا ہمارے قریب سے گزرا اس سے خطرہ تھا کہ اس کے چھینٹے ہم پر نہ پڑیں۔میں نے کتے کو جھڑکتے ہوا کہا کہ **یا کلب اِبنِ کلب**(اے کتا اور کتے کا بیٹا)میرا یہ قول میرے شیخ یعنی میرے والد شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر کے اندر سے سن رہے تھے باہر تشریف لا کر فرمایا تم کس کو گالی دے رہے تھے؟میں نے عرض کی حضور!میں نے تو صحیح کہا ہے وہ کتا ہے اور کتے کا بیٹا۔اُنہوں نے فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن تو نے یہ بات اس کی اہانت و تحقیر کے طور پر کہی ہے اور یہ تمہارے لائق نہیں۔اس سے میں یہ نکتہ سمجھ گیا کہ کسی کو کوئی صفت جو اس کے لائق ہے کہنے میں حرج نہیں اس میں اس کی اہانت و تحقیر مدنظر ہو تو پھر بے ادبی و گستاخی ہے۔[38]

فائدہ: ایسے الفاظ کسی پر بولنا اور تدلیس وچھپا کر بیان کرنا اور اندرونی بغض اور حسد وکینہ کی وجہ سے بولنا بولنے والے کو نقصان ہو گا جس پر بولا گیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں اور انبیاء علیہم السلام کا حق تمام کے حقوق سے فائق (بلند)ہے۔امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تارِک نماز کا ہر صالح آدمی خَصم (فریق)ہو گا کیونکہ نماز میں ہے:"**اَلسَّلَامُ عَلَیۡنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِین**" ترجمہ:(ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر)۔ یونہی مُدَلِّس(چھپا کر بات کرنے والے)سے قیامت میں تمام انبیاء علیہم السلام مُخَاصَمَت(جھگڑا) کریں گے اور ان کی گنتی کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔[39]

﴿حکایت﴾

حضرت یحییٰ بن معین(ناقد الحدیث)سے سوال ہوا کہ تم خوف نہیں کرتے کہ قیامت میں تیرے وہ محدثین خَصم (فریق)ہوں گے جن کی تم احادیث ترک کرتے ہو۔فرمایا کہ قیامت میں مجھے کسی خَصم (فریق)کا خطرہ نہیں مجھے نبی پاک ﷺ سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ میرے خَصم (فریق)نہ ہوں اور فرمائیں کہ تو نے میری

---

[37] (الحاوی للفتاوی للسیوطی،کتاب التفقات، تنزیہ الأنبیاء عن تسفیہ الأغبیاء ،233/1، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[38] (الحاوی للفتاوی للسیوطی،،کتاب التفقات،باب تنزیۃ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء ،231/1 الی 232، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[39] (الحاوی للفتاوی للسیوطی،،کتاب التفقات،باب تنزیۃ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء ،232/1، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حدیث سے جھوٹ کو کیوں دَفع (دُور) نہ کیا جبکہ وہ احادیث ترک کرتا ہوں جن میں کذب وغیرہ کا احتمال ہوتا ہے یونہی میں کہتا ہوں کہ میرا سارا جہاں خصم ہو کوئی خوف نہیں لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی ایک نبی میرا خصم ہو چہ جائیکہ تمام انبیاء علیہم السلام۔[40]

﴿سنگین قول کی تقریر﴾

کسی نے کوئی فیصلہ کیا تو شہر کے تمام قاضیوں نے اسے غلط قرار دیا۔ وقت کے بادشاہ نے اسے کہا کہ تیرے فیصلے کو کوئی بھی نہیں مانتا لہٰذا اپنے فیصلے سے رجوع کر لو۔ اس نے جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے مزار سے باہر نکل کر مجھے اس سے رجوع کا فرمائیں تو بھی نہ مانوں گا جب تک آپ مجھے صریح نص قرآنی نہ دکھائیں (معاذاللہ) پھر اسی نے ایک مدت کے بعد کہا کہ اگر مجھے کوئی نبی مرسل یا مَلک مقرب گالی دے تو میں بھی اسے گالی دوں گا اور وہ اپنے فتویٰ کو عوام میں اور بازاروں میں کہتا پھرتا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے جائز ہے۔[41] (معاذاللہ)

جواب باصواب: قائل کا پہلا قول کہ (معاذاللہ) اگر رسول اللہ ﷺ مزار سے باہر تشریف لا کر مجھے فرمائیں تو میں آپ ﷺ کی نہ سنوں گا یہاں تک کہ مجھے آپ صریح نص دکھائیں۔

قائل کا یہ قول تین حال سے خالی نہیں۔

(۱) قائل سے یہ قول سبقتِ لسانی (زبان کے پھسلنے) سے ہوا۔ اس کا ایسی بات کہنے کا ارادہ نہ تھا یہی مسلمان پر حُسنِ ظن اور اس کے حال کے لائق ہے اُمید ہے اس کا ارادہ یہ ہوگا کہ اگر امام مالک بھی قبر سے باہر آ جائیں تو بھی نہ مانوں گا تو بجائے امام کے اس کے منہ سے رسول اکرم ﷺ کا اسم گرامی نکل گیا وہ اپنی تیزی طبع (ذہین وہوشیار) سے ایسے کہہ گیا۔ ایسے شخص کو نہ کافر کہیں گے اور نہ اس کی سزا دیں گے۔[42]

﴿تبصرہ اُویسی غفرلہ﴾

آج کل کے دور میں ایسے حال والے کہاں بلکہ عام بکواس کرنے والے اسی قول کا سہارا لے کر کئی قسم کی بکواسات کریں گے۔ لیکن قول اول بھی اس شخص کے لئے ہے جس سے اس قسم کی گستاخیوں کا صُدور (جاری ہونا) پہلے نہیں ہوتا تھا اور وہ خود بھی کہے کہ مجھ سے سبقت لسانی ہوئی اور وہ اپنی بات سے سخت ندامت کا بھی اظہار کرتا ہے اور کھلم کھلا واضح طور پر اپنی خطاء کا اعلان بھی کرے اور توبہ واستغفار میں مبالغہ کرے اور اپنی غلطی پر سر پر مٹی ڈالے اور صدقہ وخیرات کی کثرت کرے اس کے علاوہ اور بھی اتنی نیکیاں کرے کہ اس سے ایسی غلطی کی معافی کا موجب بنیں۔

(۲) سبقت لسانی کی بات تو نہیں اور نہ ہی اس کا یہ اعتقاد ہے لیکن وہ یوں تاوِیل (ظاہری مطلب سے کسی بات کو پھیرنے کی کوشش) کرتا ہے کہ میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے خلاف تمام جن وانس مجھے اس سے رجوع کا کہیں تو بھی نہ مانوں گا اور اگر نبی پاک ﷺ مزار سے باہر تشریف لا کر مجھے رجوع کا فرمائیں تو بغیر حجت اور انکار

---

[40] ایضاً

[41] ایضاً

[42] (الحاوی للفتاوی للسیوطی، کتاب التفقات، باب تنزیۃ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء، 232/1، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

کے آپ کا حکم بلاتوقف مان جاؤں گا اور میری یہ عبارت مبنی بر مبالغہ ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا اب مزار سے باہر تشریف لانا عادۃ محال ہے ایسا شخص کافر تو نہیں لیکن اس نے بہت بڑی جرأت کی ہے اسے اپنے منصب سے ہٹایا جائے اور اتنی زبردست اور سخت سزا دی جائے کہ قتل کے سوا باقی جتنا ہو سکتا ہے اُسے مارا پیٹا جائے۔ (43)

﴿اللہ تعالیٰ کے گستاخ کا انجام﴾

ابلیس نے جرأت کر کے کہا کہ آدم علیہ السلام سے میں بہتر ہوں اسی اعتراض کی نحوست تھی کہ جونہی شیطان ابلیس نے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیا تو ملعون ٹھہرا اور زمرۂ کفار و مردودین میں شامل ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ آدم علیہ السلام کا حکم فرمایا تو شیطان نے اعتراض کے طور پر کہا

''ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا''(44) **ترجمہ:** کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔

اسی اعتراض کی نحوست سے ہاروت و ماروت کو سزا ملی جبکہ اُنہوں نے آدم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں اعتراض کیا۔

﴿سبق﴾

جب مخلوق کے بارے میں اعتراض کی یہ سزا ہے تو خالقِ کائنات پر اعتراض کرنے کی کیا سزا ہوگی؟ اور دورِ حاضرہ میں بعض جدت پسند اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات میں غور و خوص کر کے تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ یاد رکھئے کہ سابقہ اُمم میں بھی ایسا ہوا (ظاہری مطلب سے کسی بات کو پھیر) معترضین و منکرین انہی وجوہ سے تباہ و برباد ہوئے کہ اُنہوں نے ان مسائل کو اُٹھایا جنہیں صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام اور اُولیاء کاملین رحمہم اللہ علیہم بیان کرنے سے گھبراتے تھے اس لئے کہ ان مسائل کے اظہار سے ذات و صفات پر شبہات پیدا ہونے کا خطرہ تھا لیکن بعد میں آنے والے ملحدوں نے وہی مسائل کھڑے کئے تو شبہات میں پڑ کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اگر وہ یہ مسائل کھڑے نہ کرتے تو ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھتے۔

مسئلہ: خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ حق کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی فعل اور اس کے تخلیقی اُمور میں اعتراض کرنا کفر ہے اس پر وہی جرأت کر سکتا ہے جو کافر، گمراہ اور گمراہ کن ہوگا۔

﴿نبوت کی گستاخی کی سزا﴾

حضور سرورِ عالم ﷺ پر اعتراض کرنا بھی کفر ہے اسی لئے کہ آپ ﷺ ہر بات اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرماتے ہیں آپ ﷺ کی کسی بات میں خواہشِ نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اسی لئے ان پر اعتراض کرنا دونوں جہانوں کی تباہی و بربادی کو مول لینا ہے۔

---

43) ایضاً

44) (پارہ۱۵، سورۃ الاسراء، آیت ٦١)

﴿حدیث شریف﴾

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اے لوگو! تمہارے اُوپر حج فرض ہے۔ یہ ارشاد گرامی سن کر حضرت عُکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم پر ہر سال حج فرض ہے یا صرف اسی سال؟ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں نعم (ہاں) کہہ دیتا تو پھر ہر سال حج فرض ہو جاتا اگر ہر سال فرض ہوتا تو تم اسے چھوڑ کر گمراہ ہو جاتے۔ فلہٰذا تم مجھ سے اس قسم کے سوالات مت کیا کرو جب تک میں خود نہ بتاؤں۔ تم سے پہلی قومیں بھی کثرتِ سوالات و اختلافات اور رُسل علیہم السلام پر اعتراض و انکار کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئیں۔[45]

﴿ایک گستاخ کی کہانی﴾

بہت بڑی بد بختی اس شخص کی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کیا۔ چنانچہ بعض بزرگوں سے منقول ہے فرمایا کہ میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ کسی بد بخت نے کہا کہ کوئی بھی اپنی خواہشِ نفسانی سے خالی نہیں خواہ وہ نبی ہے یا ولی یہاں تک کہ ہمارے نبی علیہ السلام بھی (معاذاللہ)۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيبُ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ [46]

ترجمہ: دنیا میں میرے نزدیک پسندیدہ چیز عورتیں اور خوشبو ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

میں نے اسے کہا اے بد بخت! خدا کا خوف کر کہ یہ اعتراض بے جا ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کو نفسانی خواہش ہوتی تو فرماتے أَحْبَبْتُ بلکہ فرمایا "حُبِّبَ" (بصیغہ مجہول) اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو مذکورہ بالا اشیاء کی محبت کا حکم منجانب اللہ تھا۔ جب وہ حکم منجانب اللہ تھا تو پھر آپ ﷺ پر اعتراض کیسا؟ اس بد بخت کی بات مجھے سخت ناگوار گزری اور مجھے سخت غم لاحق ہوا اس غم میں مجھے نیند نے گھیرا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا غم نہ کھایئے میں نے اس بد بخت کا کام پورا کر دیا ہے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو سننے میں آیا کہ وہ بد بخت مارا گیا ہے۔

﴿گستاخِ نبوت کی سزا﴾

جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عورتوں سے نفسانی پیار تھا۔ اس سے اس کی مراد تنقیصِ رسالت ہو تو ایسے بد بخت کو قتل کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بد بخت کو تباہ و برباد کرے۔

کذا قال الفقہاء (اسی طرح فقہاءِ کرام نے فرمایا) صاحبِ "روح البیان" فرماتے ہیں:

شب پره میطلبد بدر تمامت نقصان   او نداند که ابد نور تو ظاهر باشد

یعنی چمگادڑ چودھویں رات کے چاند کو ناقص سمجھتا ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ نہ ہوتا تو تو بھی نہ ہوتا۔

---

[45] (تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في تفسير الكشاف للزمخشري، الحديث الخامس والثلاثون، 423/1، رقم الحديث 436، دار ابن خزيمة–الرياض، الطبعة: الأولى، 1414هـ)

[46] (سنن النسائی، کتاب عشرة النساء، الباب حب النساء، ص609، رقم الحدیث 3939، مکتبة المعارف للنشر والتوزیع الریاض)

ہرکہ ازروی جدل برتو سخن میراند　　　　بمثل شد اگرش بوعلی کافرباشد [47]

یعنی جو شخص تجھ پر اعتراض کرتا ہے وہ غلط کرتا ہے اگرچہ ابو علی جیسا کافر بھی ہو۔

گستاخوں کے حالات فقیر کی تصنیف ''گستاخوں کا بد انجام'' میں پڑھئے۔اویسی غفرلہٗ

﴿اولیاء کے گستاخ﴾

اولیاءومشائخ اور علماءِ باعمل پر اعتراض کرنا بھی محرومی ہے بلکہ ان کی صحبت سے برکات نصیب نہ ہوں گے نہ ہی ان سے علمی فیض حاصل ہو سکیں گے جیسے موسیٰ وخضر علیہم السلام کا واقعہ شاہدِ عدل ہے حالانکہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے معاہدہ کرایا کہ

فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا [48]

ترجمہ: تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

لیکن پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے ان پر اعتراض کیا تو جدائی پر نوبت آگئی اور ساتھ رہنے کے برکات اور علمی فیوضات کے حاصل کرنے سے رہ گئے اور وہ علوم آپ علیہ السلام کو مُیسر نہ ہوئے جو آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل ہونے تھے۔

﴿ خوارج کی بدقسمتی ﴾

خوارج کی بدقسمتی ہے کہ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا اسی وجہ سے نا صرف ان کا خروج ہوا بلکہ دین حق سے بھی خارج ہوگئے اور انہیں "کِلَابُ النَّارِ "(جہنم کے کتے) اور "شَرُّ قَتْلَی تَحْتَ أَدِیمِ السَّمَاءِ " (آسمان کے نیچے برائی کو قتل کرنا) کے القاب نصیب ہوئے۔

﴿ولی اللہ کے گستاخ کی کہانی﴾

حضرت بایزید بُسطامی قدس سرہ کا ایک شاگرد آپ کا نافرمان نکلا۔آپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ اسے چھوڑ دو! یہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت سے گر گیا ہے۔ چنانچہ بعد میں اسے ہیجڑوں کے ساتھ پھرتا دیکھا گیا پھر چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔یہ اسے دنیا میں سزا ملی اور آخرت میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائے گا اور نہ ہی اسے نظرِ کرم سے نوازے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے ہجران وفراق (جدائی) میں رہے گا۔

فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے:

ہین مکن بامرشد کامل جدل　　　　تانباشد گمرہی اور ابدل [49]

یعنی خبردار مرشد کامل سے جھگڑا نہ کر، تاکہ وہ تیرے لئے اس کے عوض گمراہی نہ ہو۔

---

[47] (تفسیر روح البیان، سورۃ الانبیاء: آیت23، 466/5،دارالفکر بیروت)

[48] (پارہ۱۵،سورۃالکھف، آیت۷۰)

[49] (تفسیر روح البیان، سورۃ الانبیاء: آیت23، 466/5،دارالفکر بیروت)

بہر حال انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور سرورِ عالم ﷺ کا معاملہ نہایت ہی نازک ہے لاشعوری سے لوگ بعض ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو ان کے نزدیک تو معمولی ہوتی ہیں لیکن اللہ کے نزدیک بہت سخت ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہی باتیں جہنم میں لے جانے والی ہوتی ہیں۔ اسی لئے مسلمان پر لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام بالخصوص حضور سرورِ عالم ﷺ اور اُولیائے کرام و علمائے عظام بالخصوص صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں ایسے الفاظ سے اجتناب کیا جائے جو انجام کی بربادی کا موجب بنیں۔

وماعلینا الا البلاغ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور، وارد کراچی بابُ المدینہ۔ پاکستان

۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ بروز بدھ (چہار شنبہ)